AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

حدیث کی استنادی حیثیت اور متجددین کے استدلالی مناہج: تجزیہ و تنقیح

"THE AUTHENTIC STATUS OF HADITH"
(A CRITICAL ANALYSIS OF THE ANTAGONISTIC APPROACH OF THE MODERNIST)

Sadia Sardar
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
Ghazi University, Dera Ghazi Khan, Pakistan.
Email: sadia.sardar843@gmail.com
Dr. Yasir Farooq
Lecturer, Department of Islamic Studies,
Ghazi University, Dera Ghazi Khan, Pakistan.
Email: yfarooq@gudgk.edu.pk

Abstract:
This paper investigates the critical approach of the modern religious skeptic scholars towards the authenticity of Hadith. According to the perspective of the Modern thinkers, Quran is the only authentic source of Islamic law and they undermine the authenticity and validity of hadith, its compilation and documentation. But the traditional religious scholars counter this notion as an absurd and chaotic one and they working on the refutation of the denial of hadith. They argued that hadith is the core source to understand and follow the Divine commandments. Furthmore, the preservation and compilation of hadith is a transparent and authentic process which makes it well-documented fact to be followed to understand Quran since prophetic era to the present times. This research, in the context of the above facts, critically and analytically examines and counter the arguments of the modern thinkers about the denial of hadith. This research presents the scholary arguments by many well known scholars to prove the authenticity of hadith.

تعارف موضوع:

برصغیر میں جدید تحریک انکار حدیث کے بانی اور سرخیل سر سید احمد خان تصور کئے جاتے ہیں جنہوں نے مغربی نظریات اور عقل و فلسفہ سے متاثر ہو کر نہ صرف جدید انکارِ حدیث کی داغ بیل ڈالی بلکہ اسلام کے بہت سے متفقہ مسائل کا بھی یا تو کلیۃً انکار کر دیا یا پھر ان میں من مانی تاویل کر دی جیسے معجزات کا انکار، فرشتوں کے وجود کا انکار، تجارتی سود کی حرمت کا انکار، پردہ کا انکار اور متعدد خرقِ عادت شرعی اُمور کا انکار وغیرہ۔[1] البتہ یہ بات قابلِ غور ہے کہ سر سید احمد خان اَحادیث کی صحت کے منکر نہیں تھے بلکہ وہ احادیث سے استدلال بھی کرتے تھے، تاہم وہ صرف اُن احادیث کا انکار کرتے جو ان کے خود ساختہ معیار پر پوری نہ اُترتیں۔ جیسا کہ اُنہوں نے خود بھی یہ وضاحت فرمائی ہے۔[2] سر سید کے بعد مولوی عبداللہ چکڑالوی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حدیث کا کھلا انکار کیا۔[3] انہوں نے نعوذ باللہ حدیثِ نبوی ﷺ کو لھوالحدیث قرار دیا۔[4] اور 'اہل قرآن' کے نام سے باقاعدہ ایک فرقے کی بنیاد رکھی۔[5] عبداللہ چکڑالوی کے بعد مولوی احمد الدین امرتسری اور مولانا اسلم جیراجپوری اس فتنہ کے علم بردار بنے۔ بالآخر غلام احمد پرویز نے اس کی باگ دوڑ سنبھالی اور اسے ایک

---

[1] مفتی تقی عثمانی، درسِ ترمذی، (کراچی، مکتبہ دارالعلوم، 1980ء)، ص ۲٦۔
[2] سر سید، احمد خان، مقالات سر سید، (لاہور: مجلس ترقی ادب،، 1963ء)، ص ۱۷۱۔
[3] محمد اسماعیل سلفی، حجیت حدیث، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1981ء)، ص ۱۷۔
[4] ثناءاللہ امرتسری، حجیت حدیث اور اتباع رسول ﷺ، (امرتسر: کتب خانہ ثنائیہ، ہندوستان، 1929ء)، ص ۱۲۔
[5] محمد تقی عثمانی، درس ترمذی، ص ۲٦۔

منظم مکتبِ فکر کی شکل دی اور اسے ضلالت کی انتہا تک پہنچا دیا۔[1] ان حضرات کے علاوہ برصغیر میں تحریک انکارِ حدیث میں کسی نہ کسی طرح حصہ لینے والوں میں علامہ مشرقی، مستری محمد رمضان گوجرانوالہ، مجبوب شاہ، تمنا عمادی، قمرالدین قمر، سید عمر شاہ گجراتی، خدا بخش اور ڈاکٹر غلام جیلانی برق (جنہوں نے بعد میں رجوع کر لیا تھا) وغیرہ بھی شامل ہیں۔[2]

حدیث چونکہ اسلام کے بنیادی ماخذ اور قرآن کی شارح کی حیثیت رکھتی ہے اور انکارِ حدیث کی صورت میں اسلام کا وہ حلیہ ہی مسخ ہو جاتا ہے جس کی عملی تصویر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی تھی۔ اس لئے اُمت نے کلیۃً انکارِ حدیث کو کبھی بھی قبول نہیں کیا۔ لہٰذا برصغیر میں جب بھی یہ فتنہ اُٹھا تو اہل علم نے اس کی پُرزور تردید کی۔ اس موضوع پر بیسیوں کتب تالیف کیں۔ مناظرے کئے، اجتماعات منعقد کئے اور رسائل و جرائد میں بحوث و مضامین قلم بند کیے وغیرہ وغیرہ۔ نتیجۃً فتنہ انکارِ حدیث کافی حد تک انحطاط کا شکار ہو گیا اور اسے عوام میں پذیرائی نہ مل سکی۔ اور اس کا ایک واضح ثبوت یہ ہے کہ نہ تو آج سرسید کی تفسیر کو قبولِ عام حاصل ہے اور نہ ہی فرقہ اہل قرآن کا نام و نشان باقی ہے۔ بہر حال جب منکرین حدیث نے اس قدر شدید ردّ عمل دیکھا تو کلی طور پر انکارِ حدیث کی روش ترک کر دی۔ بعد ازاں مختلف حیلوں، بہانوں سے حدیث کو مشکوک بنانے کی کوشش شروع ہوئی اور ایسے نئے نئے طریقوں سے ردِّ حدیث کا دروازہ کھولا گیا کہ احادیث کی تردید بھی ہو جائے اور اس کا احساس تک نہ ہو۔ چنانچہ ایک نعرہ یہ لگایا گیا کہ محدثین کا کام غیر جامع اور ناکافی ہے۔ یہ حضرات اپنے عقیدے پر پورا اترنے والی من پسند حدیثوں کے علاوہ باقی سب حدیثوں اور روایتوں کو سند، درایت، متن اور کتابت کی بحثوں میں الجھا کر رد کر دیتے ہیں۔ ذیل میں وضاحت پیش کی جاتی ہے:

علم حدیث پر منکرین حدیث کے منہج و نظائر کی استدلالی جہات:

منکرین حدیث نے حدیث پر جو بنیادی شبہات پیش کیے ہیں وہ یہ ہیں۔

1) **حجیت، حدیث کا انکار:** دور اول کے مسلمان حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ مسلمانوں میں یہ خیال بعد کے دور میں پیدا ہوا۔ نیز احادیث کا آنحضرت ﷺ کے دور سے کوئی تعلق نہیں، احادیث اڑھائی صدی بعد لکھی گئیں اسلئے قابل حجت نہیں۔[3]

2) **اسناد حدیث کو غیر معتبر قرار دینا:** احادیث ناقابل اعتبار ہیں اسلئے آنحضرت ﷺ سے ان کا اسناد ثابت نہیں۔ یا احادیث کی اسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بعد کی پیداوار ہے۔[4]

3) **کتابتِ حدیث پر اعتراض:** آپ ﷺ نے احادیث لکھنے سے منع کیا، صحابہ نے احادیث نہیں لکھیں۔ جنہوں نے لکھیں تو انہوں نے جلا دیا۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

”لا تکتبو اعنی ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحه“ [5]

”میری حدیث نہ لکھو، اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ اور لکھ لیا ہے وہ اسے مٹا دے“

پس اگر احادیث حجت ہوتیں تو حضور ﷺ اس کی کتابت سے منع نہ فرماتے۔ چونکہ آپ ﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کیا اسلئے احادیث محفوظ نہیں۔ آنے والے صفحات میں انہی دلائل کی بنا پر منکرین حدیث کے دلائل کے علمی جوابات اردو مطبوعات کی روسے پیش کئے گئے ہیں۔

1) **حجیتِ حدیث پر منکرینِ حدیث کے منہج و نظائر کی استدلالی جہات کا علمی جائزہ:**

منکرین حدیث کا خیال ہے کہ دور اول کے مسلمان حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ مسلمانوں میں یہ خیال بعد کے دور میں پیدا ہوا۔ نیز احادیث کا آنحضرت ﷺ کے دور سے کوئی تعلق نہیں، احادیث اڑھائی صدی بعد لکھی گئیں اسلئے قابل حجت نہیں۔

مولوی عبداللہ چکڑالوی اور حجیتِ حدیث:

منکرین میں مولوی عبداللہ چکڑالوی نے اپنی تفسیر "ترجمۃ القرآن بآیات القرآن" میں کہتے ہیں:

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی، سنت کی ائینی حیثیت، (لاہور: اسلامک پبلیکشنز لمیٹڈ، 1963ء)، ص ۱۶۔
[2] عبدالرحمن کیلانی، آئینہ پرویزیت، (لاہور: مکتبۃ الاسلام، 1987ء)، ص ۱۰۱۔
[3] احمد دین، خواجہ امرتسری، تسہیل بربان القرآن، ص ۴۴۔
[4] مولوی چراغ علی، اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام، (حیدرآباد: دارالمعارف، 1883ء)، ج ۱، ص ۹۔
[5] مسلم بن حجاج بن مسلم القشيري، الجامع الصحیح، کتاب الذھد، باب التثبت في الحديث و حكم كتابة الحديث، (ریاض: بیت الافکار، 1998ء)، رقم الحدیث ۷۲۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"کتاب اللہ کے مقابلے میں انبیاء اور رسولوں کے اقوال وافعال یعنی احادیث قولی فعلی، تقریری پیش کرنے کا مرض ایک قدیم مرض ہے۔ محمد رسول اللہ کے مخاطب بھی قطعی اور یقینی طور پر یہی لوگ تھے۔"[1]

مزید کہتے ہیں:

"کسی جگہ سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ قرآن کریم کے ساتھ کوئی اور شئے رسول اللہ پر نازل ہوئی تھی اگر کوئی شخص کسی مسئلہ میں قرآن کریم کے سوا کسی اور چیز سے دین اسلام میں حکم کرلگا تو وہ کافر، ظالم اور فاسق ہو جائے گا۔"[2]

مولوی عبد اللہ چکڑالوی کی ان تصریحات میں انکا اعتقادی چہرہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ اطاعت رسول ﷺ کو زیر بحث لانے سے قبل تمام ذخیرہ احادیث کی حیثیت کو ناقابل اعتبار اور مشکوک بنادیتے ہیں تاکہ حدیث رسول ﷺ کو بے اعتبار ٹھہرایا جاسکے۔ مولوی عبد اللہ چکڑالوی حدیث کے موجودہ لٹریچر کو جعلی اور وضعی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حدیث کی تشریح وتفصیل کتاب اللہ کے سراسر مخالف ہے اس وجہ سے مجھے شک ہوا کہ حدیث محمد رسول اللہ ﷺ کا قول وفعل اور تقریر نہیں ہے اور میں نے دیکھا کہ وہ ایک نہایت ہی کریہہ، بدصورت، بدشکل مصنوعی چیز ہے اسکو رسول اللہ ﷺ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ کی وفات سے سینکڑوں برس پیچھے بعض خود غرض لوگوں نے از خود گھڑ لیں اور کمال سیاہ دلی سے ناحق انکو محمد اللہ کے ذمے لگا دیا ہے۔ یہ کام زیادہ تر یہود نصاری دشمنان اسلام کا معلوم ہوتا ہے جنہوں نے اسلام کی بیخ کنی کی یہ بہترین راہ سوچی کہ وہ مسلمانوں کے لباس میں لوگوں کو قران سے ہٹا کر اور طرف لگا دیں۔"[3]

ایک دوسری جگہ لکھا ہے:

"في الحقيقت حدیث میں اس قدر لغویات ہزلیات اور دور از کار بے سر دپا باتیں مندرج ہیں۔ کہ وہ اسکی شکل کو نہایت ہی بدنما بناتی ہیں لیکن واضعین حدیث نے یہ بڑی کاری گری کی کہ اسکو خاتم النبیین ﷺ کی طرف منسوب کر دیا اور اس طرح ا سکے بدشکل چہرہ پر سفید (پاوڈر) مل دیا۔"[4]

ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ چکڑالوی صاحب کا حملہ پہلے براہ راست اطاعت رسول ﷺ کے لازم ہونے اور حدیث کی حجیت پر نہ تھا وہ صرف موجودہ ذخیرہ حدیث کو ناقابل اعتماد سمجھتے تھے۔ اور انکے پاس جب حضور ﷺ کی صحیح تعلیمات تک پہنچنے کے لیے اور کوئی راہ بھی تو نہ تھی۔ مجبوراً انھوں نے یہ راہ نکالی کہ وہ قرآن کو ہر بات میں کافی اور وافی کہیں تاکہ اور کسی طرف انہیں دھیان نہ کرنا پڑے۔ ذخیرہ حدیث کے متعلق کے متعلق چکڑالوی صاحب کے موقف کا کیا نتیجہ لکھتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"حدیث کا کوئی وجود حضور ﷺ کے زمانے میں نہ تھا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضور ﷺ کی کسی بات کو آگے نقل کرنے کا داعیہ پیدا ہوا نہ ہی اگلوں نے پچھلوں سے حضور ﷺ یا صحابہ کے زمانے کی کوئی بات پوچھی۔ انھی حالات پر اسلام کی دو تین صدیاں بہتر ہوئیں۔ اور اسکے بعد یہود ونصاری کے کہنے سے حدیث کی کتابیں یکایک لکھ دی گئیں۔ اور مسلمان یکایک انکی باتوں میں آکر ان ہزلیات کو دین سمجھنے لگے۔ پھر مسلمانوں میں ان قرون اولی اور قرون وسطی میں جتنے بھی قانون دان اور ماہرین فقہ گزرے ان میں سے کسی کو پتا نہ چل سکا۔ یہ معتبر راویوں کے ذخائر حدیث ہر گز ماخذ علم نہیں بلکہ یہ سب ہزلیات کا ذخیرہ ہے۔ جو دشمنان اسلام نے مسلمانوں کی بیخ کنی کے لیے تیار کیا ہے۔"[5]

چکڑالوی صاحب کا یہ تبصرہ صرف صرف اس امت پر ہی نہیں وہ پہلی امتوں کا بھی اس عقیدہ (حجیت حدیث) میں برابر کا مجرم قرار دیتے ہیں اور مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ اتباع حدیث کی تجویز پہلے ادوار میں بھی تھی۔

اسلم جیراجپوری اور حجیتِ حدیث:

اسلم جیراج پوری کا عقیدہ عبد اللہ چکڑالوی سے بھی زیادہ شدید ہے۔ لکھتے ہیں:

"نہ حدیث پر ہمارا ایمان ہے اور نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے نہ حدیث کے راوی پر ہمارا ایمان ہے نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ نہ

[1] عبد اللہ چکڑالوی، ترجمۃ القرآن بایات القرآن، (لاہور: مکتبہ اشاعت القرآن، س ن)، ص ۹۷۔
[2] مولوی عبد اللہ چکڑالوی، ترجمۃ القرآن بآیات القرآن، ص ۴۵۔
[3] امر تسری، احمد دین، خواجہ، تسہیل بربان القرآن، ص ۴۴۔
[4] ڈاکٹر خالد محمود، آثار الحدیث، (لاہور: دار المعارف، 1985ء)، ج ۲، ص ۴۰۹۔
[5] ڈاکٹر خالد محمود، آثار الحدیث، ج ۲، ص ۴۰۹۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

حدیث کی سند میں جو رجال ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے اور نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے:". پھر یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ ایسی غیر ایمانی اور غیر یقینی چیز کو ہم قرآن کی طرح حجت مانیں۔"[1]

مزید کہتے ہیں کہ:

"قرآن میں جہاں جہاں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا اس سے مراد امام وقت یعنی مرکز ملت کی اطاعت ہے۔ جب تک رسول ہے امت میں موجود تھے۔ انکی اطاعت اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت تھی اور آپکے زندہ جانشینوں کی تعداد اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہو گی۔ اور اطاعت عربی میں کہتے ہیں زندہ کی فرمانبرداری کو۔"[2]

جیراج پوری کا یہ استدلال درست نہیں کہ اطاعت زندہ کی ہو سکتی ہے فوت شدہ کی نہیں۔ فوت شدہ کی پیروی کے لیے بھی لفظ اطاعت حدیث میں موجود ہے۔ اسلم صاحب کا یہ نظریہ منکرین حدیث سے ماخوذ ہے۔

تمنا عمادی اور حجیت حدیث:

تمنا عمادی کا نظریہ حدیث کو قرآن کے مفہوم سے مشابہت کی بنیاد پر قبول کرنے کا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"وہی ایک حدیث صحیح ہے جو قرآن کے قریب تر ہو اور باقی سب غلط۔۔۔ چاہے ان باقی کے راوی کیسے ہی ثقہ کیوں نہ ہوں اور وہ صحاح ستہ کی متفق علیہ حدیثیں ہی کیوں نہ ہوں اور وہ ایک حدیث جو کہ قرآن کے قریب تر ہے اسکا راوی کیسا ہی مجروح کیوں نہ ہو اور وہ صحاح ستہ سے باہر ہی کی حدیث کیوں نہ ہو بلکہ شیعوں کی اصول کافی وغیرہ ہی کی حدیث کیوں نہ ہو۔"[3]

بعض صحابہ نے عہد نبوی میں حدیثوں کا لکھنا شروع کر دیا تھا اور جو کچھ رسول اللہ سے سنتے تھے یا آپ کو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اس کو لکھ لکھ کر جمع کرنے لگے تھے تو یہ آیتیں اتریں:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ. قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ"[4].

"اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو حدیثیں لکھنے سے منع کر دیا۔[5]

جمہور محدثین کے ہاں کتابت حدیث کی ممانعت اس ابتدائی دور میں تھی۔ جب صحابہ کرام قرآن مجید اور احادیث کو ایک ہی جگہ لکھ لیتے تھے۔ اس کے باوجود بعض صحابہ کو لکھنے کی اجازت مل گئی جیسے عبداللہ بن عمرو اور بعض کو بعد میں ملی۔ مگر تمنا عمادی نے ہی انکار حدیث کی راہ تلاش کرنے کے لیے اپنی مرضی سے یہ شرح بیان کر دی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"یہ سب من گھڑت افسانے ہیں دراصل کسی صحابی نے حدیثوں کا کوئی مجموعہ مرتب نہیں کیا تھا۔ اگر دو چار حدیثیں بھی کوئی صحابی کسی ورق پر لکھ لیتے وہ ورق تبرک کے طور سے ضرور محفوظ رکھا جاتا"[6]

ماہنامہ طلوع اسلام ستمبر 1950 کی اشاعت میں ان کا ایک مضمون شائع ہوا۔ جو حدیث کے بارے میں ان کے نظریات کی پوری وضاحت کرتا ہے۔ تمنا عمادی لکھتے ہیں:

"منافقین عجم نے اپنے مقاصد کے ماتحت جمع احادیث کا کام شروع کرنا چاہا تو انہیں منافقین عجم کے آمادہ کرنے سے اس وقت خود ابن شہاب کو خیال ہوا کہ ہم حدیثیں جمع کرنا شروع کر دیں تو یہ مدینہ پہنچے اور کوفہ بھی۔ اور احادیث مختلف مقامات سے حاصل کیں اور بیسیوں راویوں کے ساتھ رہے"[7]

---

[1] ہفت روزہ، الاعتصام، لاہور، شمارہ حدیث نمبر ۱۵، فروری ۱۹۵۶، ص ۲۔
[2] غلام احمد پرویز، مقام حدیث، (لاہور: ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ، ۱۹۶۵ء)، ص ۸۳۔
[3] محی الدین تمنا عمادی پھلواری، اعجاز القرآن واختلاف قرآت، (کراچی: رحمان پبلشنگ، ۱۹۹۴)، ص ۵۴۔
[4] یونس: ۵۷، ۵۸۔
[5] محی الدین تمنا عمادی، اعجاز القرآن واختلاف قرآت، ص ۷۳۔
[6] محی الدین تمنا عمادی، اعجاز القرآن واختلاف قرآت، ص ۱۲۶۔
[7] ماہنامہ طلوع اسلام، ستمبر ۱۹۵۰ء کراچی، ج ۳، شمارہ نمبر ۹، ص ۴۸۔

اہل علم سے مخفی نہیں کہ امام ابن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے حکم سے حدیث لکھنی شروع کی تھی۔ صالح بن کیسان آپ کے ساتھ تھے مگر تمنا صاحب کا شوق تحقیق دیکھیے۔ کسی وضاحت سے اسے عجمی سازش کا نام دیا ہے۔ حدیث کو عجمی سازش قرار دینا "طلوع اسلام" کے حل و عقد کا حصہ ہے۔ اس کے متعلق مولانا محمد اسماعیل سلفی کا نہایت وقیع مقالہ ان کی کتاب "حجیت حدیث" میں موجود ہے۔ جس کا کچھ حصہ ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر کی کتاب "التحدیث فی علوم الحدیث" کے مقدمہ میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

غلام احمد پرویز اور حجیت حدیث:

مسلمانوں کے پاس کوئی طے شدہ شریعت نہیں ہے جسے ابدیت حاصل ہو اور اس میں پیشگی ہو۔ ان کا موقف یہ ہے کہ جزئیات مختلف حالات کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں انکے ہاں ان بدلتی جزئیات کو شریعت کہتے ہیں جو وقت کے ساتھ بدلنی چاہیئے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے کی شریعت صرف اُس دور کے لیے تھی اس دور کے لیے نہیں۔ ہمارے زمانے کی شریعت مرکز ملت (وفاقی اسمبلی) طے کریگی انہیں حدیث سے طے کرنا درست نہیں۔[1]

نماز کی تردید میں کہتے ہیں:

"ہماری صلوٰۃ وہی ہے جو (ہندو) مذہب میں پوجا پاٹ کہلاتی ہے' ہمارے روزے وہی ہیں جنہیں مذہب میں برت' ہماری زکوٰۃ وہی شئے ہے جیسے خیرات' ہمارا حج مذہب کی یاترا ہے' ہمارے ہاں یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے ثواب ہوتا ہے' یہ تمام عبادات اس لئے سرانجام دی جاتی ہیں کہ یہ خدا کا حکم ہے' ان امور کو نہ افادیت سے کچھ تعلق ہے' نہ عقل و بصیرت سے کچھ واسطہ' آج ہم اسی مقام پر ہیں جہاں اسلام سے پہلے دنیا تھی"[2]

علماء سے متعلق یہ رائے رکھتے ہیں:

"آپ (علما) اپنی قوم کے دامن پکڑ کر آج سے تیرہ سو سال پہلے کے دورِ وحشت کی طرف گھسیٹ رہے ہیں"[3]

جنت اور جنم کا یوں انکار کرتے ہیں:

"بہر حال مرنے کے بعد کی جنت اور جہنم مقامات نہیں' انسانی ذات کی کیفیات ہیں"[4]

حدیث کی تردید اس انداز سے کرتے ہیں:

"قرآن کی رو سے صرف مردار، بہتا خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام کی طرف منسوب چیزیں حرام ہیں ان کے علاوہ کچھ حرام نہیں۔ ہمارے مروجہ اسلام میں حرام و حلال کی جو طولانی فہرستیں ہیں وہ سب انسانوں کی خود ساختہ ہیں"[5]

آخرت سے متعلق یہ نظریہ رکھ کر احادیث کی تردید کرتے ہیں:

"قرآن ماضی کی طرف نگاہ رکھنے کے بجائے ہمیشہ مستقبل کو سامنے رکھنے کی تاکید کرتا ہے' اسی کا نام ایمان بالآخرت ہے"[6]

حدیث کو نکالنے کے بعد اسلام کا حلیہ کیا ہو جاتا ہے ان چند اقتباسات سے ظاہر ہے، پرویز نے سارے اسلام قرآن، حدیث، تمام عبادات، تمام احکامِ شرعیہ کا مطلب بیک جنبش تبدیل کر کے رکھ دیا۔ پھر بھی اسکے ماننے والوں کا اصرار ہے انہیں مسلمان اور اہل قرآن کہا جائے۔ پرویز صاحب کے ہاں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت سے کیا مراد ہے؟

"چونکہ نظام دین میں اللہ کے احکام مرکز سے نافذ ہوتے ہیں اور یہ مرکزی قوت نافذہ رسول ﷺ کی مخصوص شخصیت میں تھی اس لئے ان مرکزی احکام کی اطاعت کو اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے۔ لہذا اللہ اور رسول ﷺ سے مراد وہ مرکز نظام اسلامی (CENTRAL

---

[1] غلام احمد پرویز، معارف القرآن، (لاہور: ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ، س ن)، ج ۳، ص ۵۴۷۔
[2] غلام احمد پرویز، قرآنی فیصلے، (لاہور: ادارہ طلوع اسلام، ستمبر 1954ء)، ص ۳۰۱تا۳۰۲۔
[3] ایضاً۔
[4] غلام احمد پرویز، لغات القرآن، ج 1، ص 449۔
[5] غلام احمد پرویز، حلال و حرام کی تحقیق، (ماہنامہ طلوع اسلام مئی، 1952ء)، ص: ۵۵۔
[6] غلام احمد پرویز، سلیم کے نام اکیسواں خط، (لاہور: مکتبہ طلوع اسلام، 1998ء)، ج 2، ص 124۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

(AUTHORITY) ہے جہاں سے احکام قرآنی نافذ ہوں۔"[1]

رسول کی اطاعت کا ردیوں کرتے ہیں:

"رسول کی اطاعت نہیں کیونکہ وہ زندہ نہیں"[2]

ان تصریحات سے واضح ہے کہ نظام قرآنی میں اطاعت مرکز ملت کی ہے۔اور چونکہ یہ مرکز قوانین خداوندی کی محفیذ کرتا ہے اور پہلا مرکز رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ اس لیے قرآن کریم میں مرکز ملت کو اللہ اور رسول ﷺ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔[3]

ڈاکٹر غلام جیلانی برق اور حجیت حدیث:

ڈاکٹر غلام جیلانی برق انکار حدیث یا حجیت حدیث کا انکار کے حوالے سے ایک جگہ مرزا غلام احمد کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مرزا صاحب درست فرماتے ہیں تمام حدیثیں تحریف معنوی ولفظی سے آلودہ یا سرے سے موضوع ہیں۔"[4]

رسولوں کی اطاعت تو درکنار برق صاحب کے ہاں رسولوں پر ایمان لانا بھی ضروری نہیں تھا۔خدا تعالی اور یوم آخرت پر ایمان ہو تو نیک اعمال شرف قبولیت پالیتے ہیں لیکن اس کے ہاں رسولوں پر ایمان لانا ضروری نہیں۔چنانچہ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالی نے امنو باللہ والیوم الاخر کو قبول اعمال کی بنیادی شرط قرار دیا ہے۔اسمیں ایمان بالرسل شامل نہیں۔"[5]

ایک جگہ علماء کو خطاب کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اسلام کسی زبانی اقرار کا نام نہیں ہے بلکہ نیکی کا نام ہے۔اگر ایک عیسائی نیکی کر رہا ہے۔تو وہ قرآن کی رو سے مسلمان ہے۔رسول ﷺ اور قرآن کا صحیح پیروہی ہے جو نیک ہو،نہ وہ جو کلمہ پڑھ کر سارے جہاں کی بد معاشیاں کرتا پھرے۔آپ کے ہاں اسلام چند عقائد کا نام ہے اور قرآن کے ہاں صرف نیکی کا۔اسلئے خدا اور رسول ﷺ کا صحیح پیرو وہی ہے جو ان اعمال پر عمل کر رہا ہو خواہ اس پر عیسائیت کا لیبل لگا ہو یا یہودیت کا،نہ وہ خدا اور رسول ﷺ کا صرف زبانی قائل ہو اور عملاً کافر۔"[6]

البتہ اہم بات یہ ہے کہ ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے۔ڈاکٹر غلام جیلانی برق اور مولانا تمنا عمادی جو انکار حدیث میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے۔اللہ تعالی نے ان کی دستگیری کی اور وہ انکار حدیث سے یکسر تائب ہو گئے۔ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی آخری تصنیف تاریخ حدیث ہے۔جس میں انھوں نے حدیث کو قبول کرنے کا غیر مشروط اقرار کرتے ہوئے اپنے انکار حدیث کے نظریات سے یکسر تائب ہونے کا اظہار کیا ہے۔

نیاز فتح پوری کا حجیتِ حدیث سے متعلق نظریہ:

نیاز فتح پوری کو متن حدیث پر بہت اعتراضات کئے۔بخاری ومسلم کی بعض احادیث پر تشکیک رکھتے تھے۔آپ انکارِ حدیث میں یہاں تک آگے نکلے کہ مسلمانوں کی تمام خرابیوں کا ذمہ دار حدیث کو ٹھہرایا،خود لکھتے ہیں:

"اگر مولویوں کی جماعت واقعی مسلمان ہے تو میں یقیناً کافر ہوں اور اگر میں مسلمان ہوں تو یہ سب نامسلمان ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اسلام نام ہے صرف کورانہ تقلید کا اور تقلید بھی رسول واحکام رسول کی نہیں بلکہ بخاری ومسلم ومالک وغیرہ کی اور میں سمجھتا ہوں کہ حقیقی کیفیت یقین کی اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہر شخص اپنی سمجھ سے کسی نتیجہ پر نہ پہنچے،قصہ مختصر یہ کہ اولین بیزاری اسلامی لٹریچر کی طرف سے مجھ میں احادیث نے پیدا کی"[7]

---

[1] غلام احمد پرویز، معراج انسانیت،(لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ،۱۹۶۸ء)، ص ۳۱۸

[2] غلام احمد پرویز، اسلامی نظام،(لاہور: مکتبہ فیاض، 1972ء)، ص:۱۱۲۔

[3] پرویز، غلام احمد، معراج انسانیت، ص ۳۲۳

[4] غلام جیلانی برق، حرف محرمانہ،(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن)، ص ۷۵

[5] غلام جیلانی برق، دو اسلام،(لاہور: مکتبہ رشیدیہ، 1989ء)، ص ۴۸

[6] غلام جیلانی برق، دو اسلام، ص ۲۰۴

[7] غلام احمد پرویز، من یزدان،(لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، 1985ء)، ج:۱، ص:۵۴۷۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

حجیتِ حدیث پر معترضین کا علمی رد:

منکرین حدیث نے حدیث کی حجیت کے بارے میں جو کذب بیانی سے کام لیا ہے ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔ وہ موضوع اور کمزور روایات کی بنیاد پر اپنی تحقیق کی عمارت استوار کرتے ہیں۔ان کے بقول احادیث مبارکہ امت مسلمہ کی تاریخ کے بدلتے ہوئے تقاضوں کا نتیجہ ہے اور جس چیز کے حالات بدلتے ہوئے تقاضوں سے جنم لیا اسے شریعت اسلامیہ کا ماخذ کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

"منکرینِ حدیث کے اعتراضات کا مطالعہ کیا جائے تو شرعی احکامات قبول کرنے یا نہ کرنے کا نقشہ کچھ اس طرح سامنے آتا ہے جیسے شرعی احکامات کا جمعہ بازار لگا ہو اور ہر گاہک کو اس بات کی پوری آزادی حاصل ہو کہ وہ تمام چیزوں کو خوب ٹھونک بجا کر دیکھے اور جس جس چیز کو اپنے مزاج اور پسند کے مطابق پائے اسے اٹھالے اور جسے ناپسند کرے، ناک بھوں چڑھا کر وہیں رکھ دے۔ چنانچہ منکرین حدیث کے ہاں عملاً یہی صورتحال نظر آتی ہے۔کوئی صاحب معجزات کے منکر ہیں تو کوئی صاحب پانچ کی بجائے وہ نمازوں کو ہی کافی سمجھتے ہیں، کوئی صاحب تیس کی بجائے ایک یا دو روزے رکھنے سے فرض پورا ہونے کے قائل ہیں تو کوئی صاحب حج اور قربانی کی بجائے فلاحی کاموں پر رقم خرچ کرنا بہتر سمجھتے ہیں۔ کوئی صاحب زکاۃ کی شرح حکومت وقت کی صوابدید پر گھٹانے بڑھانے کے قائل ہیں تو کوئی صاحب رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کو آپ ﷺ کی حیات طیبہ تک ہی محدود سمجھتے ہیں۔ کوئی صاحب قرآنی احکام کی تفسیر اور تاویل کے لئے عہدِ جدید کے مفتیوں کو مسند تفسیر پر بٹھانا چاہتے ہیں تو کوئی صاحب یہ منصب جلیل حکومت وقت کو عطا فرما رہے ہیں۔ فتنہ انکار حدیث سے متاثر اور مغربی افکار و تہذیب سے مرعوب ترقی پسند دانشوروں نے بھی اپنا سارا زورِ قلم اور زورِ بیان احادیث کو مشکوک اور ناقابل اعتماد باور کرانے پر صرف کر دیا ہے۔تاکہ مشرقی معاشرے کو بھی وہی مادر پدر آزادی حاصل ہو جائے جو مغربی معاشرے کو حاصل ہے۔ عورتوں کی بے حجابی کی مردوزن کی مخلوط محفلیں، ہر شعبہ ہائے حیات میں مردوزن کے مساوی حقوق، گانا بجانا اور دیگر فحاشی اور بے حیائی پھیلانے والے کام نیز رشوت، سود، جوا، شراب اور زنا جیسے حرام کاموں کو بھی کسی نہ کسی طرح سند شریعت حاصل ہو جائے۔"[1]

ڈاکٹر مصطفی السباعی لکھتے ہیں:

"اللہ تعالی نے جو الذکر کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے وہ حفاظت صرف قرآن ہی تک محدود اور منحصر نہیں ہے، بلکہ اس 'ذکر' سے مراد خدا کی شریعت اور اس کا وہ دین ہے جس کو لیکر اس کے رسول مبعوث ہوئے ہیں (یعنی اللہ کا جو دین لیکر رسول اللہ ﷺ آئے ہیں) عام اس سے کہ وہ قرآن ہو یا سنت۔"[2]

اگر احادیث کی حفاظت و حمیت اور اہمیت کا ثبوت صرف احادیث اور تاریخ اسلام کے حوالے سے پیش کرنا پڑتا تو مستشرقین اپنے گمان کے مطابق اسے بڑی آسانی سے رد کر سکتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے حدیث کے بارے میں ایک موقف اختیار کیا ہوا تھا کہ وہ کسی بھی حدیث کو کسی وقت بھی مسترد کر سکتے تھے۔اور کسی حدیث کو انکے خلاف بطور ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالی نے احادیث کی اہمیت اور حجیت کو قرآن کریم کے ذریعے بیان کر دیا ہے۔ جب قرآن کریم کی بے شمار آیات احادیث کی اہمیت کو بیان کر رہی ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ عہد رسالت کے مسلمانوں نے احادیث کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اور صدی ڈیڑھ صدی کے بعد مسلمانوں کو مجبوراً احادیث کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ قرآن کریم کے متعلق مستشرقین کی ایک معقول تعداد بھی اب یہ تسلیم کرتی ہے کہ آج کے مسلمانوں کے پاس جو قرآن کریم ہے یہ وہی ہے جو آنحضرت نے اپنے صحابہ کے سامنے پیش کیا تھا اور قرون اولی کے مسلمانوں کے پاس یہ کتاب ہدایت موجود تھی۔

"کیا یہ منصب نبوت کے ساتھ استہزاء اور تمسخر نہیں کہ حضور ﷺ کو اپنا مقتدا تو مانیں مگر آپ کی کوئی بات نہ مانیں اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ حضور آپ میرے مقتدا اور پیشوا ہیں مگر آپ کا کوئی قول اور فعل میرے لئے حجت اور واجب العمل نہیں میرے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ آپ اللہ کی کتاب ہم تک پہنچانے کے لئے آئے تھے وہ فریضہ ادا ہو چکا اب آپ کو ہم سے کوئی واسطہ نہیں ہم جانیں اور ہمارا خدا جانے۔ اللہ نے ہم کو بھی عقل دی ہے ہم خود قرآن کا مطلب سمجھ لیں گے۔ ہمیں آپ کی تفسیر اور تشریح و توضیح کی ضرورت نہیں اور آپ کے صحابہ کی تفسیر ہم پر حجت نہیں۔ ہم غور کریں گے اگر مناسب سمجھیں گے تو قبول کریں

---

[1] محمد اقبال کیلانی، اتباع سنت کے مسائل، (الریاض: مکتبہ اسلام، 1990ء)، ص ۲۷

[2] ڈاکٹر مصطفی السباعی، السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی، ترجمہ: دین اسلام میں حدیث اور سنت کا مقام، (لاہور: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۹۸۵ء)، ص ۳۶۳۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

گے ورنہ ہم کو معاف رکھا جائے۔ یہ ہے منکرین حدیث کا مذہب اور مشرب۔"[1]

درج ذیل قرآنی آیات کے ذریعے کی حدیث کی اہمیت و حجیت واضح کی جارہی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی کسی آیت کے بارے میں مستشرقین یہ نہیں کہہ سکتے کے یہ بعد کے مسلمانوں نے وضع کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمہ میں رسول اللہ کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ"[2]

"بیشک ذکر عظیم (قرآن کریم) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے"

تمام فقہا، مفسرین اور محدثین کے نزدیک اس آیت میں ذکر کی حفاظت سے مراد صرف قرآن نہیں بلکہ حدیث و سنت بھی شامل ہیں۔ وہ کہتے ہیں قرآن لفظ ہے اور حدیث معنی ہیں۔ اللہ نے جس طرح قرآن کو محفوظ کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اس طرح حدیث جو قرآن کے معنی ہیں کو بھی محفوظ کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اللہ قرآن میں خود فرماتا ہے کہ:

" وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ." [3]

"اور ہم نے تمھاری طرف ذکر (قرآن کریم) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کردیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے"

اب جو قرآن ہے اس کی وضاحت کی مکمل ذمہ داری (Responsibality) اللہ کے رسول ﷺ کو دی گئی ہے، اور ساتھ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

"من يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ." [4]

"جو رسول ﷺ کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی"

محمد ادریس میر ٹھی لکھتے ہیں:

> "اس میں شک وریب کی کوئی گنجائش نہیں کہ قرآن حکیم اصول دین اور قواعد احکام کا جامع ہے۔ اس میں بعض احکام بصراحت بیان کئے گئے ہیں اور بعض کی توضیح و تشریح نبی اکرم ﷺ کو تفویض کی گئی ہے۔ جب آپ کی بعثت ہی احکام دین کی تشریح و توضیح کے لئے کی گئی اور آپ کی پیروی لوگوں پر واجب قرار دی گئی ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ آپ جن احکام کی وضاحت کریں گے وہ قرآن ہی کی توضیح ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ شرعی احکام خواہ کتاب و سنت سے ثابت ہوں یا اجماع و قیاس سے وہ سب کتاب اللہ ہی کے احکام ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ احکام نصاً ثابت ہوں یا دلالۃً۔ نظر بریں حدیث کے حجت ہونے اور قرآن کریم کے تبیاناً لکل شیئٍ ہونے کے مابین سرے سے کوئی منافات ہی نہیں۔"[5]

تو واضح نکتہ سمجھا دیا گیا کہ اللہ کی اطاعت کے لیے رسول ﷺ کے اطاعت یا پیروی لازمی اور ضروری ہے۔ اب حدیث و سنت محفوظ ہو گی تو اطاعت ہو گی۔ تو مندرجہ بالا آیت کے تحت بنیادی طور پر حدیث و سنت بھی اللہ کی حفاظت کا ذمہ ہے۔

حجیتِ حدیث کی عملی مثال:

مثال کے طور پر قرآن میں صلوۃ کا مطلب تو نماز اور دعا کے ہیں۔ اب قرآن میں اس کی تفصیل نہیں ہے کہ دن میں کتنی نمازیں پڑھیں، ان کی رکعت کتنی ہونگی، کس کس وقت پڑھیں، تو یہ ساری تفصیل ہمیں حدیث اور سنت میں ملتی ہے۔ اس طرح صوم کے معنی ہیں رک جانا۔ اور قرآن میں صوم کے وقت کی وضاحت کے لیے سفید دھاگے اور کالے دھاگے کی بات کی گئی ہے جس سے مراد دن اور رات ہیں۔ روزہ کس وقت سے شروع ہو گا کہاں ختم ہو گا، روزے کے واجبات ،سنتیں مستحبات، مکروہات، مباہات اور باقی تمام تفصیلات ہمیں احادیث اور سنت میں ملتی ہیں۔ اس طرح حج کے لفظی معنی تو ارادہ کے ہیں۔ حج کا طریقہ، مناسک اور باقی ساری تفصیلات کے لیے ہمیں احادیث اور سنت میں کی

---

[1] ادریس کاندھلوی، حجیت حدیث، (لاہور، مکتبہ عثمانیہ، 1996ء)، ص ۲۷

[2] الحجر: ۹

[3] النحل: ۴۴

[4] النساء: ۸۰

[5] محمد ادریس میر ٹھی، سنت کا تشریعی مقام قرآن عظیم کی روشنی میں، (کراچی: مکتبہ اسلامیہ، 1969ء)، ص ۲۳۵۔

طرف دیکھناپڑے گا۔اس طرح زکوۃاور دوسرے تمام عبادات، معاملات، اخلاقیات اور دین کے امور کے متعلق قرآن میں صرف اجمالی حکم اور اشارے ملتے ہیں جبکہ تفصیلات کے لیے ultimatlly احادیث اور سنت کی طرف رجوع کرناپڑے گا۔

"یہ کہ کسی شے کی حفاظت کے جس قدر اسباب عقلاً ممکن ہیں وہ سب حدیث نبوی میں جمع ہیں۔ قوت حافظہ، فراست کاملہ، عظمت وہیبت، عشق اور محبت، دنیا سے نفرت اور بیزاری اور آخرت کی تیاری، اللہ تعالی کا ارادہ ازلیہ، تائید غیبی اور حضور پر نور کی دلی تمنائیں، دعائیں، من جانب اللہ رفع موانع۔ فتلک عشرۃ کاملۃ من جانب اللہ حدیث نبوی میں یہ تمام ظاہری اور باطنی اسباب جمع ہو گئے۔ اب اس کی محفوظیت اور حجیت میں کیا شبہ اور تردد ہو سکتا ہے۔"[1]

اگر قرآن کے الفاظ کے معنی ہر بندہ اپنے علم و فہم کے مطابق نکالے تو پھر قرآن کی کسی آیت پر بھی اتفاق ہونا مشکل ہے۔ اس لیے قرآن اور حدیث وسنت دونوں کی حفاظت اللہ نے اپنی طرف سے کی ہے۔ محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:

"جہاں تک اسلام اور اس کی تعلیمات کا تعلق ہے، سنت کی حجیت اور تسلیمِ احادیث کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ تعلیماتِ اسلامی میں اس کی حیثیت ایک ایسے جز کی ہے جس کے انکار سے حقیقتِ ایمان میں فرق آ جاتا ہے۔ انکارِ نبوت اور انکارِ فرامینِ نبوت میں چنداں فرق نہیں۔ ایمان پیغمبر کے جسم پر نہیں لایا جاتا، اس کے ارشادات پر ہی لایا جاتا ہے۔ جہاں تک ایمان اور دیانت کا تعلق ہے، منکرینِ سنت اور انکارِ حدیث کیلئے یہاں ٹھکانہ نہیں اور طلوع اسلام اور اس قسم کے دوسرے لادینی رسائل ذہنوں کی جس طرح تربیت کر رہے ہیں وہ یقیناً اسلامی تربیت نہیں، بلکہ اس آزادی کو دیکھتے ہوئے جس کی تلقین لوگوں کا شیوہ ہو چکا ہے، خیال پیدا ہوتا ہے کہ باقاعدہ اور منظم کفر میں بھی ان کے لئے جگہ نہیں۔ یہودیت اور نصرانیت کفر ہیں لیکن ان کا قانون بھی توڑنے کے بعد انسان ان کی طرف نسبت نہیں کر سکتا۔ بت پرستی بھی ایک قانون ہے اور اس کی کچھ حدود ہیں ایک آزاد منش آدمی وہاں بھی اس وقت تک رہ سکتا ہے جب تک وہ ان پابندیوں کو قبول کرے۔ میری دانست میں ہمارے آزاد منش حضرات کی جگہ یا اباحت میں ہے یا اشتراکیت کی وسعتوں میں، کسی باقاعدہ مذہب میں (کفر ہو یا اسلام) ہمارے ان دوستوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔"[2]

اسی طرح ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

"منکرین حدیث کے نزدیک منصب نبوت کے اعتبار سے نبی کی کوئی تشریعی حیثیت نہیں اور نہ منصب نبوت کی حیثیت سے اس کی اطاعت واجب ہے، نبی چونکہ اپنے زمانے کا امیر اور حاکم ہوتا ہے اس لیے اس کی اطاعت لازم ہے۔ یہ ایسا بدیہی البطلان عقیدہ ہے کہ جس کو ایک معمولی پڑھا ہوا انسان بھی قبول نہیں کر سکتا اس لیے کہ سارا قرآن ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کے حکم سے بھرا پڑا ہے جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ خدا تعالی پر بحق الوہیت اور نبی اور رسول پر بحق نبوت و رسالت ایمان لانا ضروری ہے پس جس طرح اللہ کے احکام کو بحق الوہیت ماننا فرض ہے اسی طرح نبی اور رسول کے احکام کو بحق نبوت و رسالت ماننا فرض ہے۔ منکرین حدیث منصب نبوت و رسالت کی حقیقت اور جلالت ہی سے بے خبر ہیں اس لیے قول رسول کو حجت نہیں سمجھتے۔"[3]

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے اول شارح رسول کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔ اور تمام مسلمانوں کے لیے قرآن کی کوئی بھی تشریح جو احادیث وسنت سے ہٹ کر ہو گی قابل قبول نہیں ہو گی۔ کیونکہ اللہ نے تمام مسلمانوں کے لیے آپ ﷺ کی تعلیمات کو قیامت تک کے لیے ہدایت کا سرچشمہ بنایا ہے۔ اور دین اسلام کو بھی اليوم اكملت لكم دينكم کی روشنی میں قیامت تک کے لیے مکمل کر دیا ہے اور آپ کے اوپر نبوت کو ختم کر کے آپ کی تعلیمات کو بھی مکمل کر دیا ہے۔ اس لیے اب نہ تو نئے دین کی ضرورت باقی رہی اور نہ احادیث اور سنت سے ہٹ کر تعلیمات کی، اب زمانے میں جو بھی نئی ایجادات، (Inventions) کھوج، (Discoveries) اور نئی اختراعات، (Innovations) ہونگی وہ قرآن وسنت کے مطابق ہونگی تو ہی قبولیت کی سند پائی گی ورنہ قبول نہیں ہو نگی۔

2) اسنادِ حدیث پر منکرین حدیث کے منہج و نظائر کا علمی جائزہ:

معترضین کا کہنا ہے کہ احادیث ناقابل اعتبار ہیں اسلئے کہ آنحضرت ﷺ سے ان کا اسناد ثابت نہیں۔ یا احادیث کی اسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بعد کی پیداوار ہے۔[4] محدثین کے ہاں

---

[1] ادریس کاندھلوی، حجیت حدیث، ص ۹۴۔
[2] اسماعیل سلفیؒ، مقالات حدیث، ص ۱۶۷۔
[3] اسماعیل سلفیؒ، حجیت حدیث، ص ۳۴۔
[4] مولوی چراغ علی، اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام، (حیدر آباد: دار المعارف، 1883ء)، ج ۱، ص ۹۔

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اسناد کی جو اہمیت ہے وہ دلائل کی محتاج نہیں ہے حتی کہ انہوں نے اسناد کو دین قرار دیا۔ منکرین حدیث چونکہ اسناد کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ ہیں اسلئے انہوں نے بھی مستشرقین کی طرح اسناد کے من گھڑت ہونے کا اعتراض کر کے احادیث کو ناقابل اعتبار قرار دینے کی کوشش کی اور دعوی کیا کہ اس دور میں لوگ مختلف اقوال اور افعال کو محمد ﷺ کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے۔ منکرین حدیث نے بھی لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی کہ احادیث ناقابل اعتبار ہیں۔اس لیے آں حضرت حلیہ سے اسکا اسناد ثابت نہیں۔

مولوی چراغ علی کا اسناد حدیث پر اعتراض:

مولوی چراغ علی کو اسناد حدیث کے حوالے سے خصوصی اعتراض ہے کیونکہ یہ اسے تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں۔ مثلا منکرین حدیث میں مولوی چراغ علی اعتراض کرتے ہیں کہ:

"اور یہ تو صرف اہل شوق نے دور دور ملکوں میں پھر کے زبانی اور تحریری روایتوں کو کئی واسطوں سے جمع کیا اور جمع کرنے کے بعد پھر اسکی تنقید اور صحیح وضعیف کی تمیز کے قاعدے اٹکل پچو بنائے۔ مگر ان میں پوری کامیابی نہیں ہوئی کیوں کہ ان احادیث کا درجہ ظن اور گمان سے صحت قطعی تک نہیں پہنچتا۔"[1]

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا اعتراض:

اوائل عمر کے نظریات میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق بھی اسی قسم کے نظریات کے حامی تھے۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے:

"حضرت علیؓ اور حضرت عائشہ کی جنگ میں دونوں طرف صحابہ کی ایک بہت بڑی تعداد تھی۔ ظاہر کہ دونوں راستی پر نہیں ہو سکتے تھے ان حالات میں بالکل ممکن ہے کہ کسی صحابی نے عمداً کسی احادیث کے الفاظ بدل دیئے ہوں۔"[2]

مولوی احمد دین امر تسری کا اعتراض:

اسی طرح کے نظریات کے حامی مولوی احمد دین امر تسری کے مطابق:

"اگر احادیثیں قرآن مجید کی طرح ہمیشہ کیلئے مقصود اور ضروری التبلیغ ہوتیں تو ضرور قرآن مجید کی طرح ہی پہنچائی جاتیں۔"[3]

انہوں نے رسول ﷺ کو عام انسانوں کے مثل ایک انسان کی حیثیت سے پیش کیا جس کو اللہ تعالی نے منتخب کر کے محض یہ ذمہ داری تفویض کی تھی کہ وہ دوسرے انسانوں تک اللہ کا کلام قران کریم پہنچادیں۔ ورنہ اس کا فہم دوسرے انسانوں سے بڑھ کر نہیں ہے۔انسانی معلومات میں ارتقاء ہوتا رہتا ہے۔اس لیے عین ممکن ہے کہ بعد کی صدیوں کے لوگ معلومات میں اتنا اضافہ ہو گیا ہو کہ وہ رسول ﷺ کی پیش کردہ معلومات میں اضافہ یا اسکی غلطیوں کی اصلاح کر سکیں۔

مولوی احمد دین امر تسری مزید لکھتے ہیں:

"قرآن مجید نے انسانوں کے تمام طبقوں اور زمانوں کا لحاظ رکھا ہوا ہے پس ضرور ہے کہ ایسے وسیع قرآن کا تمام و کمال فہم رسول خدا کے بشری فہم میں نا سمایا ہو۔ اس میں بشر رسول ﷺ کی کوئی جنگ نہیں ہاں وحی الہی کی وسعت بڑھ جاتی ہے۔ حاصل یہ کہ اگر رسول اے خدا کی فطرت انسانی اور عقل بشری تھی تو جو بشریت کے لوازم ہیں حضور ﷺ کو بشر ہونے کی حالت میں ان لوازم سے ہر گز ہر گز الگ نہیں کیا جا سکتا۔ پس اس بات کا ماننا لازم ہے کہ حضور ﷺ کا فہم بالضرور غلطیاں بھی کرتا۔اور جن غلطیوں کو بذریعہ وحی اصلاح کرنے کا ذمہ خدا تعالی نے ہمیشہ کے لیے نہیں لیا ہوا تھا بلکہ انکی اصلاح کو انسانی عقل کی ترقی پر ہی چھوڑا گیا۔"[4]

آگے مزید فرماتے ہیں کہ:

"حاصل یہ کہ رسولوں کا کوئی زائد فہم ایسا نہیں ہو سکتا جو وحی تو ہو مگر امت کو نا دیا گیا ہو۔اس سے صاف کھل جاتا کہ وحی والا فہم جو رسولوں کو ملا تھا وہی ہم کو بھی ملا ہے۔ باقی فہم صرف عقل ہی رہ جاتا ہے۔اس میں معقولیت کے لحاظ سے عقل مندوں میں فرق ہو سکتا ہے۔ یہ عقلی فہم ائندہ لوگوں کی عقلی کوششوں کے ساتھ ملکر ترقی کر سکتا ہے۔ترقی کرنے والی عقل کو ہمیشہ کے لیے جامد تقلید سکھلانا کسی عقلمند کا کام کبھی نہیں ہو سکتا۔۔۔۔کسی کی ہمیشہ کے لیے اصولی رنگ میں

---

[1] مولوی چراغ علی، اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام، ج۱، ص۹۔
[2] غلام جیلانی برق، دو اسلام، (لاہور: مکتبہ رشیدیہ، 1989ء)، ص ۴۵
[3] خواجہ احمد الدین امر تسری، برہان القرآن، ص ۷۔
[4] خواجہ احمد الدین امر تسری، بُرہان القرآن، ص ۱۴۹

	AL-AASAR Journal Quarterly Research Journal www. al-aasar.com	Vol. 2, No. 3 (2025) Online ISSN: 3006-693X Print ISSN: 3006-6921

تقلید کرنا اسکو خدا بنانا ہے۔ لا الہ اللہ۔ جو اہل حدیث بشر رسول ﷺ کی بشری عقل کی تقلید کو ہمیشہ کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں۔"[1]

اسناد حدیث پر اعتراضات کا جواب:

ہر دور میں علماءامت نے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ کے لیے گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں اور ان کی حفاظت کے لئے ہمہ تن گوش، اخلاص وللہیت کے ساتھ اپنی پوری زندگیاں وقف کیں، طرح طرح کی تکالیف اور مشقتیں برداشت کر کے ان کو ضائع ہونے سے بچایا اور امت کے ان جبال العلم علماء، اکابر محدثین کرام رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین نے علم حدیث کی تمام تر اقسام پر انتہائی جامع ومانع اور بہترین کتابیں تصنیف وتالیف اور ترتیب دی ہیں۔ احادیث مبارکہ کی حفاظت کا ایک اہم ذریعہ اور بنیادی مدار سند ہے، سند کے بغیر ان کی حفاظت وصیانت مشکل بلکہ ناممکن ہے، مشہور محدث وامام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ الحاکم النیسابوریؒ (المتوفی 405ھ) اپنی شہرہ آفاق کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں امام ومحدث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (المتوفی 181ھ) کے مشہور قول الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء وماشاء (اسناد حدیث ہی دین ہے' اگر اسناد نہ ہوتی تو پھر ہر کوئی جو چاہتا وہی کہہ دیتا) کو نقل کرنے کے بعد یوں فرماتے ہیں:

"فَلَوْلَا الإِسْنَادُ وَطَلَبُ هذِهِ الطَّائِفَةِ لَهُ، وَكَثْرَةُ مُوَاظَبَتِهِمْ عَلَى حِفْظِهِ، لَدَرَسَ مَنَارُ الإِسْلَامِ، وَتَمَكَّنَ أَهْلُ الإِلْحَادِ وَالْبِدَعِ مِنْهُ، بِوَضْعِ الأَحَادِيثِ، وَقَلْبِ الأَسَانِيدِ، فَإِنَّ الأَخْبَارَ إِذَا تَعَرَّتْ عَنْ وُجُودِ الإِسْنَادِ فِيهَا كَانَتْ بَتْرَاءَ."[2]

"یعنی اگر اسناد نہ ہوتیں اور گروہ محدثین ان کو طلب نہ فرماتے اور ان کے حفظ پر کثرت سے مواظبت نہ کرتے تو علاماتِ اسلام مٹ جاتیں اور ملحد وبدعتی لوگ اس میں جھوٹی احادیث وضع کرنے پر قدرت پاکر غالب آجاتے اور احادیث کی اسناد کو الٹ پلٹ دیا جاتا کیونکہ اگر احادیث مبارکہ کو اسناد سے بے نیاز قرار دیا جائے تو وہ بے بنیاد ہو جائیں گی"

حفاظت سنت کے پیش نظر علمائے کرام نے اس کے متعلق ہر طرح سے معلومات جمع فرمائیں، راویانِ احادیث کے مختلف طبقات بنائے، فنِ جرح وتعدیل کی بنیاد رکھی گئی، علم رجال جیسا عظیم الشان علم وجود میں آیا جس میں سینکڑوں نہیں بلکہ لاکھوں رواۃ حدیث کے احوال، ان کا علم ذوق وشوق، طلب علم حدیث کے آداب تاریخ کے سنہرے اوراق میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوگئے، جو اس امت مرحومہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ حدیث قبول کرنے اور نہ کرنے کے لیے کڑی شرائط، محکم اصول وقوانین وضع کر کے مقرر کیے گئے، ثقات وضعفاء کی تفریق کی گئی اور ان کے لیے بھی قواعد وضوابط مرتب کئے گئے اور انہی قواعد وضوابط مرتب کرنے کے فن کو علم اصول حدیث یا علم مصطلح الحدیث کا نام دیا جاتا ہے۔[3]

مولانا اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:

"منکرینِ حدیث اور لادین عناصر یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح اسلام کی پابندیوں سے آزادی حاصل کی جائے اور وہ یہ جانتے ہیں کہ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ حدیث سے رہائی حاصل کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے حدیث کا انکار کر دیا اور لوگوں میں سرخرو ہونے کے لیے اس پر اعتراضات کیے اور عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ جن احادیث میں اس قدر شکوک وشبہات ہیں وہ بھلا کیسے قابل عمل ہو سکتی ہیں۔"[4]

عبدالسلام رستمی لکھتے ہیں:

"قرآن کریم پر عمل علم حدیث پر موقوف ہے اور یہ امر حجیتِ حدیث کے لیے صریح دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن کریم پر عمل کرنا فرض ہے جس کی فرضیت اور حجیت میں کوئی شک نہیں۔ چونکہ قرآن کریم پر عمل علم حدیث پر موقوف ہے اور فرض کا موقوف علیہ (جس پر وہ منحصر ہو) بھی فرض ہوتا ہے لہذا علم حدیث بطور حجیت فرض ہے۔"[5]

چنانچہ ہر دور میں طبقہ اہل علم نے علم حدیث کی ہر طرح، ہر جانب ہر انداز اور ہر زاویے سے خوب سے خوب تر کوششِ خدمت، اسے آسان سے آسان بنانے اور ترقی دینے کی

---

[1] خواجہ احمد الدین امرتسری، بُرہان القرآن، ص ۱۵۱

[2] السید معظم حسین، معرفۃ علوم الحدیث، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1319ھ)، ص ۶۔

[3] السید معظم حسین، معرفۃ علوم الحدیث، ص ۷۔

[4] محمد اکرم وِرک، صحاح ستہ کی احادیث پر منکرینِ حدیث اور مستشرقین کے اعتراضات کا علمی جائزہ، نگران مقالہ ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر، ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، مقالہ: پی ایچ ڈی، 2007، ص ۳۶۱۔

[5] عبدالسلام رستمی، انکار حدیث سے انکار قرآن تک، (لاہور: دار السلام پبلیکیشنز، 2008ء)، ص ۱۲۷۔

بھرپور کامیاب اور مقبول سعی فرمائی ہے، بے شمار کتابیں ضبط تحریر لائی گئیں۔ بقول حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی 852ھ) سب سے پہلے جس شخصیت کو اس فن پر قواعد و ضوابط مرتب کرنے کا اعزاز حاصل ہوا وہ چوتھی صدی ہجری کے مشہور امام و محدث قاضی ابو محمد رامہرمزی رحمہ اللہ (المتوفی 360ھ) ہیں، چنانچہ الدکتور الاستاذ معظم حسین معرفۃ علوم الحدیث النیسابوریؒ کے مقدمے میں رقمطراز ہیں:

”وقالَ الحافِظُ ابنُ حَجَرٍ في أوّلِ شَرْحِهِ لِكِتابِهِ نُخْبَةِ الفِكَرِ: إنَّ أوّلَ مَن صَنَّفَ في الاصطِلاحِ هو القاضي أبو مُحَمَّدٍ الرّامَهُرْمُزِيُّ، فَعَمِلَ كِتابَ المحَدِّثِ الفَاصِلِ.“[1]

لیکن آگے جا کر امام حاکم النیسابوری رحمہ اللہ کی اسی معرفۃ علوم الحدیث (ص 81) پر حافظ موصوف رحمہ اللہ امام علی بن عبداللہ بن جعفر مدینیؒ کا ذکر فرماتے ہیں اور اس کے بعد علم حدیث اور اس کی انواع کے متعلق ان کے مصنفات گنواتے ہیں جو 29 کے لگ بھگ ہیں۔ امام ابن مدینی کی وفات 234ھ ہے جبکہ امام رامہرمزی رحمہ اللہ کا سن وفات 360ھ ہے اور ان کے درمیان تقریباً سوا صدی کا فاصلہ ہے اور امام ابن مدینی رحمہ اللہ متقدم ہیں لہٰذا معلوم یہی ہوتا ہے کہ امام رامہرمزی رحمہ اللہ سے پہلے بھی اس علم کی مع انواعہ واقسامہ غیر معمولی خدمات ہوئی ہیں۔ جیسا کہ معرفۃ علوم الحدیث میں حافظ نیسابوری رحمہ اللہ کے کلام سے واضح ہے۔ (واللہ اعلم) بہر حال اسی طرح یہ سلسلہ آگے بڑھا اور بے شمار محدثین عظام نے اس فن پر مختلف اسلوب و انداز میں مختلف قیمتی کتابیں لکھیں، ان میں قابل ذکر مشہور مصنف و مورخ علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی 463ھ) ہیں جنہوں نے اس فن اور اس کے محتویات پر بعض حضرات کے بقول 23 اور بعض کے بقول 30 کے قریب گراں قدر کتابیں تصنیف فرمائیں، بعض حضرات نے منظوم انداز میں اس فن کی خدمت کی۔ بہرصورت بے شمار کتابیں ورسائل اس فن پر وجود میں آئے۔[2]

اسناد تحقیق حدیث کی بنیاد ہیں:

تحقیق حدیث کے سلسلے میں محدثین کے ہاں اصل بنیاد سند ہی ہے۔ اس وجہ سے ان کے نزدیک سند کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول معروف ہے کہ

”الإسْنَادُ مِنَ الدِّينِ، وَلَوْلَا الإسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ“[3]

”اسناد دین کا حصہ ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتی تو کوئی جو چاہتا، کہتا پھرتا۔“

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

”الإسْنَادُ سِلاحُ المؤمنِ، فَإذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ سِلاحٌ، فَبِأيِّ شَيْءٍ يُقَاتِلُ؟“[4]

”اسناد مومن کا ہتھیار ہے، اگر اس کے پاس ہتھیار ہی نہ ہو تو وہ کس چیز کے ساتھ جنگ کرے گا۔“

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی نہایت اہم ہے کہ

” مَثَلُ الَّذِي يَطْلُبُ الحَدِيثَ بِلا إسْنَادٍ كَمَثَلِ حاطِبِ لَيْلٍ، يَحْمِلُ حُزْمَةَ حَطَبٍ، وَفِيها أفْعًى، وَهُوَ لا يَدْرِي. “[5]

”بلا سند حدیث طلب کرنے والے کی مثال رات کو لکڑیاں چننے والے اس شخص کی طرح جو لکڑیوں کی گٹھڑی اُٹھاتا ہے، لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس میں ایک سانپ بھی چھپا ہوا ہے۔“

سند کی اسی اہمیت کا نتیجہ ہے کہ محدثین کے نزدیک تحقیق حدیث کی اساسی شرائط تین ہی ہیں: ”عدل، ضبط اور اتصال پسند“[6] اور اُنہوں نے جن دو شرائط (شذوذ و علت) کا ذکر تحقیق متن کے حوالے سے کیا ہے، وہ بھی انتہائے تحقیق کے اعتبار سے درحقیقت سند اور رواۃ کی طرف ہی راجع ہوتی ہیں کیونکہ شذوذ مخالفتِ ثقات اور علت وہم الراوی کا نام ہے۔

---

[1] السید معظم حسین، معرفۃ علوم الحدیث، ص ۶۴۔

[2] ارشاد الحق اثری، پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث، (فیصل آباد: ادارۃ العلوم الاثریۃ، 2001ء)، ص ۱۵۔

[3] مسلم بن حجاج، ابو الحسین، الجامع الصحیح، ص ۸۷۔

[4] سید صدیق حسن، فتح المغیث، (لاہور: مطبع صدیقی، 1896ء)، ص ۳۳۵۔

[5] ابو عبداللہ محمد بن محمد، المدخل، (بیروت: دار التراث، ۲۰۱۰ء)، ص ۲۔

[6] ابن حجر، النکت علی ابن الصلاح، (بیروت: دالا نشر للطباعۃ، 1980ء)، رقم الحدیث: ۶۵۳۲۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

لہٰذا شذوذ وعلت دونوں کا تعلق رواۃ کے ساتھ ہوا اور یہ معلوم ہے کہ رواۃ کا تعلق سند کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس موقف کی مؤید یہ بات بھی ہے کہ یہ دونوں شرائط اُن تینوں شرائط میں ہی شامل ہیں جو محدثین نے تحقیق سند کے حوالے سے ذکر فرمائی ہیں (یعنی عدل، ضبط اور اتصالِ سند) یہی باعث ہے کہ محدثین ضبط و جرح کرنے والے اُمور میں کثرتِ اوہام اور شذوذ کا بھی ذکر فرماتے ہیں۔[1] البتہ محدثین نے علت و شذوذ کو جو الگ سے ذکر کیا ہے تو اس سے مقصود سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ تحقیقِ متن سے متعلقہ اُمور پر قدرے بہتر انداز میں توجہ دی جا سکے۔ معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک تحقیق حدیث کی اصل بنیاد سند ہی ہے۔

''جس طرح حفظِ قرآن کے ذریعہ قرآن کے الفاظ کی حفاظت کرائی گئی کہ تواتر طبقہ کے ساتھ قرآن کی روایت کی جاتی رہی اور کی جاتی رہے گی اور وہ ہر قرن میں لاکھوں سینوں کی امانت بنا رہا اور بنا رہے گا۔ ایسے ہی حفاظت حدیث کے ذریعہ حدیث یعنی اس بیانِ قرآن کی حفاظت کرائی گئی کہ حفاظت خداوندی نے انہیں محیر العقول حافظے عنایت کیے انہوں نے اعجازی طور پر حدیث کے متنوں اور اسانید کو سلف سے خلف تک فنی طور پر پہنچایا جو دیانتاً ہی نہیں قانوناً بھی قابل رد یا نا قابل قبول نہیں ہو سکتیں اور حدیث لاکھوں سینوں کی امانت بن گئی۔''[2]

حدیث کو ماننے کے حوالے سے منکرین حدیث کی ضد اور ہٹ دھرمی دیکھتے ہوئے مولانا اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:

''انکارِ حدیث احساسِ کمتری کی پیداوار ہے جس نے گریز پائی کی صورت اختیار کر لی ہے۔ جب یہ حضرات کسی مخالف کا اعتراض سنتے ہیں تو چونکہ یہ قرآن و سنت اور ان کے مستند ماخذ سے واقف نہیں اور اس کی توجیہ سے ان کا ذہن قاصر ہوتا ہے اس لیے بھاگنا شروع کر دیتے ہیں۔ جس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ نصوص کا انکار کر دیں اور احادیث کے متعلق تو وہ یہی ہتھیار استعمال کرتے ہیں کہ ہم اس حدیث کو نہیں مانتے۔ لیکن جب یہ مصیبت قرآن عزیز میں آ جائے اور قرآنِ عزیز ان کے تحریف الکلم کا ساتھ نہ دے سکے تو پھر ایسی تاویلات گھڑتے ہیں جس سے محسوس ہوتا ہے کہ شاید ان کے خیال میں رب العزت اتنی عربی بھی نہیں جانتے جس قدر یہ تحریف الکلم جانتے ہیں۔۔!!''[3]

اسی فکر کی ترجمانی درج ذیل انگریزی اقتباس سے بھی ہوتی ہے:

"It seems that the contemporary scholars (Hadith criticism) agree that the result from classical Hadith criticism is not fully adequate; finally, there are some of them have an extreme thought and reject all Hadiths and only use the Qur'an as the only one guidance for the Moslems. As for the popular and optimistic insight that the valid Hadith can be rediscovered by correcting classical Hadith criticism such as checking the contents of the Hadith (matan) by implementing the principles created by the Hadith scholars, completing and implementing them consistently."[4]

انہی حضرات کی قابل قدر کوششوں اور سنجیدہ کاوشوں کا یہ نتیجہ ہے کہ آج اس علم کی دیگر علوم کی طرح اپنی اصطلاحات، اپنا انداز و ادا، اپنا رنگ، اپنی لغات اور اپنی زبان ہے۔ بلکہ دیگر علوم کی بنسبت ہر انداز میں ان سے یکتا، ممتاز اور منفرد خصوصیات کا حامل ہے۔ اور جب کوئی علم اس بلند مقام پر فائز ہو جائے تو فہم عام کے لیے وہ ہر لغت، ہر زبان میں ہر طرح کی تشریح و توضیح اور کشف و بیان کا محتاج ہوتا ہے اور اسی کے پیش نظر تقریباً ہر زبان میں اس علم کی یہ شدید ضرورت پوری کرنے کی بھرپور کوشش وجدوجہد کی گئی ہے، اور شروع ہی سے ہر دور کے علماء امت، وقت کی ضرورت اور اہل زمانہ کی حاجت و معیار کے مطابق اور ان کے فہم و تفہیم کے معیار کے اعتبار سے اس سلسلہ کو بڑے احسن و خوبصورت اور سہل انداز میں جاری رکھے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ یہ سلسلہ اسی طرح تاقیامت جاری و ساری رہے گا۔ مسلمانوں نے اصول حدیث اور دیگر علم حدیث پر بیش بہا ذخیرہ تیار کیا۔ اس ذخیرہ کتب میں علم کی کسی ایک شاخ پر الگ تصانیف بھی موجود ہیں اور جملہ علوم حدیث پر بحیثیت مجموعی بھی۔ عربی زبان چونکہ مسلمانوں کی علمی زبان رہی ہے اس لیے تدریس کے ساتھ تصنیف میں بھی اسی کو ذریعہ اظہار قرار دیا گیا۔ برصغیر میں بھی علوم اسلامیہ کی تدریس کے لیے عربی تصانیف کو بنیادی اہمیت حاصل رہی تاہم تشریح و تعبیر کے لیے چونکہ

[1] الدکتور محمود طحان، تیسیر مصطلح الحدیث، (ملتان: نشر السنہ، س ن)، ص ۱۰۹۔
[2] قاری محمد طیب، حدیث رسول کا قرآنی معیار، (لاہور: ادارہ اسلامیات، 1977ء)، ص ۱۰۷۔
[3] اسماعیل سلفیؒ، مقالات حدیث، ص ۱۶۳۔
[4] Erwin Hafid, Mahmuddin, Criticism Of Hadith Authenticity On Contemporary Islamic Thinkers, Journal of Islam and Science, Vol 9, No. 2, July-December 2022, pp. 119-126 Available online http://journal.uin-alauddin.ac.id/index.php/jis

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اردو زبان استعمال ہوتی تھی اس لیے بعض کتب کے اردو تراجم بھی کیے گئے۔ دینی مدارس میں علوم حدیث کی جو کتاب بطور نصاب شامل رہی وہ حافظ ابن حجر کی مختصر کتاب "شرح نخبۃ الفکر" ہے۔اس کتاب کے اردو تراجم موجود ہیں۔اس کے علاوہ بعض جدید کتب کے تراجم بھی ہوئے۔ مثلاً ڈاکٹر صبحی صالح کی علوم الحدیث اور ڈاکٹر محمود الطحان کی تیسیر مصطلحالحدیث وغیرہ۔ لیکن علوم حدیث، مصطلح الحدیث یا اصول حدیث پر اہل علم حضرات نے اعلیٰ و تحقیقی معیار پر مستقل کتابیں بھی تصنیف کیں۔ جس طرح برصغیر پاک و ہند کے علمانے عربی، فارسی اور اردو زبان میں مستقل کتابیں لکھ کر علوم حدیث کی خدمت کی ہے اسی طرح انہوں نے عربی اور فارسی زبان میں لکھی جانے والی کتابوں کا اردو زبان میں ترجمہ وشرح کر کے اس علم (علوم حدیث) سے لوگوں کو روشناس کرایا اور اسے مزید تقویت بخشی۔

3) کتابت وتدوین حدیث پر منکرین حدیث کے منہج و نظائر کا علمی جائزہ:

حدیث کی صحت پر اعتراض کرنے والوں کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے احادیث لکھنے سے منع کیا، صحابہ نے احادیث نہیں لکھیں۔ جنہوں نے لکھیں تو انہوں نے جلادیا۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

"لا تکتبواعنی ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحه"[1]

"میری حدیث نہ لکھو، اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ اور لکھ لیا ہے وہ اسے مٹادے"

پس اگر احادیث حجت ہوتیں تو حضور ﷺ اس کی کتابت سے منع نہ فرماتے۔ چونکہ آپ ﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کیا اسلئے احادیث محفوظ نہیں۔ منکرین حدیث کا نقطہ نظر یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کر دیا تھا۔اس لیے دور اول کے علماء نے علم حدیث کی حفاظت میں سستی اور لاپرواہی سے کام لیا جس کے نتیجہ میں احادیث یا تو ضائع ہو گئیں یا پھر انہیں اس طرح کا اشتباہ پیدا ہو گیا کہ پورے یقین کیساتھ کہنا کہ یہ محمد ﷺ کا فرمان ہے، ممکن نہیں ہے۔

تمنا عمادی کا اعتراض:

تمنا عمادی سمجھتے ہیں کہ حدیث کی کتابت کبھی ہوئی ہی نہیں بلکہ یہ بعد کے ادوار میں لکھی گئی تاریخ ہے جو محض تخیلات پر مبنی ہے۔ تمنا عمادی لکھتے ہیں کہ:

"یہ سب من گھڑت افسانے ہیں دراصل کسی صحابی نے حدیثوں کا کوئی مجموعہ مرتب نہیں کیا تھا اگر دو چار حدیثیں بھی کوئی صحابی کسی ورق پر لکھ لیتے تو وہ تبرک کے طور پر ضرور محفوظ رکھا جاتا۔"[2]

بعض صحابہ نے عہد نبوی میں حدیثوں کا لکھنا شروع کر دیا تھا اور جو کچھ رسول اللہ سے سنتے تھے یا آپ کو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اس کو لکھ لکھ کر جمع کرنے لگے تھے تو یہ آیتیں اتریں:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ، قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ"[3].

تمنا عمادی کا ماننا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو حدیثیں لکھنے سے منع کر دیا۔[4]

عبداللہ چکڑالوی کا اعتراض:

کتابت حدیث کے متعلق کے متعلق چکڑالوی صاحب کے موقف کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"حدیث کا کوئی وجود حضور ﷺ کے زمانے میں نہ تھا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضور نے کی کسی بات کو آگے نقل کرنے کا داعیہ پیدا ہوا نہ ہی اگلوں نے پچھلوں سے حضور ﷺ یا صحابہ کے زمانے کی کوئی بات پوچھی۔ انہی حالات پر اسلام کی دو تین صدیاں بیت گئیں۔ اور اسکے بعد یہود و نصاری کے کہنے سے حدیث کی کتابیں یکا یک لکھ دی گئیں۔ اور مسلمان یکا یک انکی باتوں میں آکر ان ہزلیات کو دین سمجھنے لگے۔ پھر مسلمانوں میں ان قرون اولی اور قرون وسطی میں جتنے بھی قانون دان اور ماہرین فقہ گزرے ان میں سے کسی کو پتا نہ چل سکا۔ یہ معتبر راویوں کے ذخائر حدیث ہر گز ماخذ علم نہیں بلکہ یہ سب ہنزلیات کا ذخیرہ ہے

---

[1] امام مسلم، الجامع صحیح، کتاب الذھد، باب علم کتابۃ الحدیث، رقم الحدیث: ۷۲

[2] تمنا عمادی بھی الدین، اعجاز القرآن واختلاف قرآت (کراچی: رحمان پبلشنگ ۱۹۹۴ء)، ص ۷۳

[3] یونس، ۵۷، ۵۸

[4] تمنا عمادی محی الدین، اعجاز القرآن واختلاف قرآت، ص ۷۳

۔جو دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کی بیخ کنی کے لیے تیار کیا ہے"[1]

عبداللہ چکڑالوی جو کہ حدیث کا واضح انکار کر کے خود کو اہل القرآن کہنے کا دعویدار ہے وہ کتابت حدیث کا صراحتاً انکار کرتے ہیں۔

جاوید احمد غامدی کا موقف:

جاوید احمد غامدی صاحب کا دعویٰ ہے کہ حدیث کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ دین کا حصہ نہیں، یہ دین سے الگ کوئی غیر اہم شے ہے۔ دین کا کوئی عقیدہ اور عمل اس سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اگر احادیث کی کچھ اہمیت ہوتی اور یہ بھی دین کا حصہ ہوتیں تو ان کی حفاظت اور تبلیغ و اشاعت کے لئے خود رسول اللہ ﷺ نے ایسا کوئی اہتمام کیوں نہیں فرمایا؟ چنانچہ جاوید غامدی اپنی کتاب 'میزان' میں 'مبادیٔ تدبر حدیث' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"نبی ﷺ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کی روایتیں جو زیادہ تر اخبارِ آحاد کے طریقے پر نقل ہوئی ہیں اور جنہیں اصطلاح میں 'حدیث' کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں یہ دو باتیں ایسی واضح ہیں کہ کوئی صاحبِ علم اُنہیں ماننے سے انکار نہیں کر سکتا۔ ایک یہ کہ رسول ﷺ نے ان کی حفاظت اور تبلیغ و اشاعت کے لئے کبھی کوئی اہتمام نہیں کیا۔ دوسری یہ کہ ان سے جو علم حاصل ہوتا ہے، وہ کبھی علم یقین کے درجے تک نہیں پہنچتا۔ حدیث سے متعلق یہی دو حقائق ہیں جن کی بنا پر یہ ماننا تو ناگزیر ہے کہ اس سے دین میں کسی عقیدہ و عمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا"[2]

جاوید احمد غامدی کا ماننا ہے کہ ایک خطبہ حجۃ الوداع کے متعلق البتہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے دوسروں تک پہنچانے کی ہدایت فرمائی تھی، لیکن اس کے بھی چند جملے ہی روایتوں میں نقل ہوئے ہیں۔ اسکے علاوہ کسی چیز کے بارے میں اس نوعیت کی کوئی چیز تاریخ کے کسی مستند ماخذ میں مذکور نہیں۔

کتابت وتدوین سے متعلق اعتراضات کارد:

منکرین حدیث کے یہ مغالطے بالکل بے بنیاد ہیں۔ اسلئے کہ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ حدیث کی حفاظت کا عہد رسالت سے لے کر اب تک کیا اہتمام ہوا حفاظت حدیث کا راستہ صرف کتابت ہی نہیں بلکہ دوسرے قابل اعتماد ذرائع بھی ہیں اور تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں حفاظت حدیث کے لئے بنیادی طور پر تین طریقے استعمال کئے، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) حفاظت حدیث بذریعہ حفظ

(2) دوسرا طریقہ تعامل

(3) تیسرا طریقہ کتابت:

علاوہ ازیں جہاں تک منکرین حدیث کے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ دور اول میں صحابہ نے کتابت حدیث کے لیے ابتدائی دور میں کوئی منظم کوشش نہیں کی جس کی وجہ سے احادیث کا بڑا حصہ ضائع ہو گیا۔ اہل علم نے اپنی تحقیقات کے نتیجے میں منکرین کے اس اعتراض کو بے وزن کر دیا ہے۔

"غیر جانبدارانہ نگاہ سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ تاریخ نویسی میں کسی احتیاط کی فنی لحاظ سے جو انتہا اور کمال ہو سکتی ہے، علم حدیث میں اس سے بڑھ کر حزم و احتیاط کو اختیار کیا گیا، بلکہ سچ بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے تدوین حدیث کے عمل کو سائنٹفک اسلوب اور منہج عطا کیا کہ جس کے باعث یہ ذخیرہ حدیث علوم انسانی کا سب سے بڑا اعزاز اور افتخار بن گیا۔ حضور سرور کائنات ﷺ کی حیات طیبہ کی کامل تفصیلات کو سیرت نگاروں کے علاوہ محدثین نے روایات کے جمع کرنے میں اپنی عمریں کھپا دیں اور پھر اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کے ذریعے سے ان روایات پر نقد کا ایسا سائنٹفک اسلوب وضع کیا کہ جس کے باعث ہر ایک روایت کی توثیق و تردید ہوتی گئی۔ ایک طرف راویوں کے سوانحی کوائف اور ان کے فضائل پر اسماء الرجال کے عنوان سے بیسیوں عظیم کتابیں مرتب ہوئیں تو دوسری طرف جرح و تعدیل کے وہ پیمانے وضع کیے گئے کہ جن کی روشنی میں کسی غلط اور موضوع روایت کا برقرار رہنا مشکل نہیں ناممکن بنا دیا گیا۔"[3]

---

[1] ڈاکٹر خالد محمود، آثار الحدیث، (لاہور: دار المعارف، 1985ء)، ج،۲، ص ۴۰۹

[2] جاوید احمد غامدی، میزان، (لاہور: طبع اپریل 2002ء)، ص:۲۱۔

[3] راشدہ مبارک، عبداللہ چکڑالوی کے نظریہ حدیث کا تنقیدی مطالعہ، مقالہ تحقیق برائے ایم اے نگران مقالہ: ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی، (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، 2005)، ص 137

1۔ڈاکٹر حمید اللہ (م۔۲۰۰۲ء) نے اپنی مرتب کردہ کتاب "الوثائق السیاسہ" میں ۱۲۸۱، ایسے خطوط اور وثائق کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے ہے۔[1] اسطرح ڈاکٹر موصوف نے صحیفہ ہمام بن منبہ (م۔۱۰۱) جو ابوہریرہ (۵۹ھ) کے شاگرد ہیں، نظر ثانی کر کے شائع کیا ہے۔ جس میں ۱۳۸، احادیث ہیں۔ اس مخطوطے کی دریافت قرن اول میں کتابت حدیث کی بہت بڑی شہادت ہے۔[2] علاوہ ازیں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے شاہان عالم کے نام کئی خطوط بھی دریافت کیے ہیں۔ چونکہ اسمیں کئی خطوط حدیث کی مستند کتابوں میں منقول ہیں اسلئے نو دریافت شدہ خطوط اور احادیث میں مطابقت کا پایا جانا بھی کتب حدیث کے مستند ہونے اور قرن اول میں ہی میں کتابت حدیث پر دلالت کرتے ہیں۔[3]

2۔ڈاکٹر محمد مصطفی اعظمی کا پی ایچ ڈی کا مقالہ "Studies in Early Hadis Literature"، جو (دراسات فی الحدیث نبوی و تاریخ تدوینہ) کے عنوان سے اس موضوع پر دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر موصوف نے نہ صرف حدیث نبوی ﷺ کی جمع و تدوین کی تاریخ کا تفصیلی حال بیان کیا ہے بلکہ باون (۵۲) صحابہ کرام اور دو سو باون (۲۵۲) تابعین عظام کے صحائف کا ذکر کیا ہے جس سے قرن اول میں حدیث کی کتابت اور حفاظت کے لیے کی جانے والی ہمہ گیر کوششوں پر روشنی پڑتی ہے۔[4]

3۔پیر محمد کرم شاہ الازہری نے عہد نبوی ﷺ سے لیکر صحاح ستہ کی تدوین تک کی مختصر تاریخ بیان کر کے منکرین کے اعتراضات کی سطحیت کو واضح کر دیا ہے۔[5]

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ فرماتے ہیں:

"مسلمانوں نے اپنے دینی و علمی سرمائے کو محفوظ کرنے کے لیے جو کوششیں کیں وہ کسی قوم نے بھی نہیں کیے مثلاً حدیث کو سینوں میں محفوظ کرنا، احادیث کے پیغام اور تعلیم کو فرد و قوم کی عملی زندگی میں جذب کرنا، احادیث سننے اور سنانے کی محفلیں منعقد کرنا، تدریس احادیث کے حلقے، حدیث کی کتابت، حدیث کی تدوین و فن اصول احادیث متعارف کرانا، حدیث کی چھان بین، احادیث کے متن پرکھنا، رواۃ حدیث کے حالات زندگی اور انکے اخلاق و کردار کو محفوظ کرنا، احادیث کے مختلف درجے مقرر کرنا، ایسی کتابوں کی تیاری جن سے صحیح احادیث کا بیان ہو، حدیث کی فنی حیثیت متعین کرنا، ان راویوں سے ملت کو آگاہ کرنا جو وضع حدیث کے کیسے مشہور ہیں، اور ایسی کتابیں مرتب کرنا جمیں تمام موضوع روایات کو جمع کر دیا جائے تاکہ لوگ انہیں قول رسول ﷺ سمجھ کر دھوکہ نا کھا جائیں۔ یہ وہ مختلف طریقے تھے جو مسلمانوں نے حدیث رسول ﷺ کے بیش بہا خزانے کی حفاظت کے لیے استعمال کیے۔"[6]

ڈاکٹر مصطفی السباعی لکھتے ہیں:

"بلاشبہ یہ ایک قطعی و حتمی بات ہے کہ نماز، زکوۃ، روزہ، حج اور دیگر معاملات و فرائض سے متعلق حدیث نبوی کا ایک ادنی حصہ بھی ضائع نہیں ہو پایا۔ آپ نے جو کچھ کہا یا کیا باختلافِ طرق و مراتب محفوظ و مدون ہو چکا ہے۔"[7]

اسی فکر کی ترجمانی درج ذیل اقتباس سے بھی ہوتی ہے:

"Because of its important position as the second source of Islamic teachings, hadith has been subject of study by Muslim scholars since the era of the Companion. After the widespreading of hadith forgery following the fitnah, Muslim scholars have developed method to determine authentic hadiths from the forged ones. Their method is called 'ulūm al-ḥadīth that is consists of isnād and matn criticism. Despite the critics of many modern scholars that traditional 'ulūm al-ḥadīth only cares about isnād, it has been proven that matn criticism has played important rule in hadith authentication since the early period"[8].

---

[1] ڈاکٹر حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ فی الاسلام، (لاہور: طیب پبلشرز، 2005ء)، ص ۲۰

[2] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، (حیدرآباد دکن: مکتبہ نشاط ثانیہ، 1956ء)، ص ۲۳

[3] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی (کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۸۷ء)، ص ۱۳۸

[4] ڈاکٹر محمد مصطفی الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبویہ و تاریخ تدوینیہ، (بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۹۹۵ء)، ج ۱، ص ۳۲۵

[5] محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی صلی اللہ، (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۱۴۱۸ھ) ج ۷، ص ۱۲۴ تا ۱۵۵

[6] محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی صلی اللہ، ج ۷، ص ۷۶-۷۷

[7] ڈاکٹر مصطفی سباعی، حدیث رسول ﷺ کا تشریعی مقام، مترجم: پروفیسر غلام احمد حریری، (فیصل آباد: ملک سنز، 2006ء)، ص 238

[8] Ayub, Matn Criticism And Its Role In The Evaluation Of Hadith Authenticity, School of

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ چند مثالیں اس بات کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ عہد رسالت ﷺ میں حدیث کی کتابت کی گئی۔ آپ ﷺ نے مختلف افراد کے سلسلے میں بیشمار سرکاری احکام بھی لکھوائے ہیں۔ یہ دستاویزات بھی سنت کا اہم جزو ہیں، اور اسلامی احکامات کی ایک بڑی تعداد ان سے مستنبط کی گئی ہے۔

مولانا اسماعیل سلفیؒ لکھتے ہیں:

"حدیث قرآن کریم کے بعد دوسری اصل ہے جس کے بغیر اسلام نا تمام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منکرین حدیث کو علمائے امت نے کافر کہا کیونکہ انہیں حدیث کی حجیت وقطعیت سے انکار ہے۔"[1]

یہاں ہم نے صرف چند مثالوں کا ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ رسول کریم ﷺ نے جو انفرادی خطوط تحریر فرمائے یا کسی کو کوئی بات لکھ کر دی یا فرامین جاری کئے، وہ اس کے علاوہ ہیں۔ اس موضوع پر جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحقیقی کتاب "الوثائق السیاسة" کا مطالعہ بھی مفید ہوگا جس میں انھوں نے ایسی دستاویزات کی ایک بڑی تعداد جمع کر دی ہے۔ محمد اسماعیل سلفیؒ حدیث پر منکرین کے اعتراضات کا مجموعی جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انکارِ حجیتِ حدیث کی بحث سرتاسر قلتِ مطالعہ کی پیداوار ہے۔ آئمہ حدیث نے ظرف وحال کے مطابق کچھ اصول وضع فرمائے اور آنے والے لوگوں کے لیے راستہ کھلا چھوڑ دیا تاکہ وہ رجال اور اسانید پر دیانت کی روشنی میں بحث کریں۔ جس حدیث پر انہیں شبہ ہوا اسے ظاہر کریں، اس کی سند پر بحث کریں، اسے درایت کی روشنی میں سمجھیں اور اس کے لئے اہلِ علم کی طرف رجوع کریں۔ اگر تسکین نہ ہو تو شبہات کو اس حدیث تک محدود رکھتے ہوئے توقف کریں البتہ بحث جاری رکھیں۔ مگر فن پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش یقیناً ایک ملحدانہ کوشش ہے۔ امت کے اعمال اور علمی خدمات کے ساتھ یہ وطیرہ احسان فراموشی سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ آج کے نوآموز اکتشافی محققین اگر سوچیں تو انہیں یقین ہو گا کہ آج الٹا سیدھا جو کچھ کہا یا لکھا جارہا ہے یہ متقدمین کا فیضان ہے اور ان کی علمی مساعی کا نتیجہ ہے۔ اس استفادہ کے بعد ان پر زبان درازی اچھے اخلاق کا مظاہرہ نہیں۔"[2]

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے کسی دور میں بھی مسلمانوں کے لیے احادیث سے بے نیاز رہنا ممکن نہیں تھا۔ انہیں قدم قدم پر ان کی ضرورت تھی اور وہ ہر دور میں سرچشمہ سمجھتے تھے۔ احادیث کی معتبر دینی دستاویز کی حیثیت کو کلیۃً مسترد کر دینا تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔ اگرچہ برصغیر میں انکار حدیث کے علمبرداروں نے اپنے مشن کو باقاعدہ اور مقررہ پروگرام کے تحت آگے بڑھانے کے لئے نئے نئے حیلوں اور بہانوں سے انکارِ حدیث کے شبہات پیش کرنے کی کوششیں جاری رکھی ہیں مگر حجیتِ حدیث پر موثر لٹریچر کی بدولت صرف اختلاف وانتشار اور تذبذب میں ہی مبتلا نہیں ہوئے بلکہ اپنی پوری قوتوں کو بروئے کار لانے کے باوجود سخت انحطاط کا شکار ہوتے چلے گئے۔ انہیں معاشرہ میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ منکرینِ حدیث آٹے میں نمک کے برابر بھی اپنے ہمنوا اور موید ین پیدا نہ کر سکے۔[3]

خلاصہ بحث:

انکارِ حدیث کا آغاز اگرچہ دوسری صدی ہجری سے ہی ہو گیا تھا، لیکن اس تحریک نے پوری آب وتاب اور سحر آفرینی کے ساتھ جس دور میں عوام الناس کو متاثر کیا، وہ تیرہویں صدی ہجری کا دور ہے کیونکہ اس میں برصغیر پر مغربی تسلط کے باعث یہاں اس فتنہ کے پنپنے کے محرکات دوسری صدی ہجری کی بہ نسبت کہیں زیادہ تھے۔ بہر حال ہر دور کی طرح اس دور میں بھی اسے علماے حق کی طرف سے شدید ردعمل کا سامنا کرنا پڑا جس کے نتیجے میں کلیۃً انکارِ حدیث کی روش ایک حد تک ختم ہو گئی، بعدازاں اس تحریک نے ایک نئے روپ میں رونما ہو کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا۔ جس کی بنیاد اس بات پر رکھی گئی کہ محدثین کا کام ناکافی ہے اور اُنہوں نے تحقیق سند کے حوالے سے تو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں مگر تحقیق متن پر کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ اس بنیاد پر تحقیق حدیث کے بہت سے ایسے جدید اُصول وضع کئے گئے جو متقدمین میں سے کسی نے بھی بیان نہیں کئے تھے۔ اور اگر اس ضمن میں کچھ بیان بھی کیا تھا کہ اس کا مقصد کچھ اور تھا جیسے خلافِ قرآن، خلافِ سنت یا عقلِ عام کے خلاف تمام روایات ردّ کر دی جائیں گی خواہ ان کی سند کتنی ہی صحیح ہو۔ ان اُصولوں کی

Oriental and African Studies, University of London, London, UK, IJISH (International Journal of Islamic Studies and Humanities(p-ISSN 2614-3836 | e-ISSN 2614-3836, 30 March 2018,pg.74

[1] اسماعیل سلفیؒ، حجیت حدیث، ص176

[2] ایضاً، ص137

[3] ڈاکٹر محمد عبداللہ، دوسری اور تیرھویں صدی ہجری میں فتنہ انکار حدیث، شش ماہی القلم، (2003)، شمارہ7، جلد7، ص23۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ایجاد کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی متفقہ صحیح احادیث کو بھی ہدفِ تنقید بنا لیا گیا جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بعض احادیث وغیرہ حالانکہ ان کی صحت پر جمہور و محدثین کا اتفاق تھا۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ محدثین نے تحقیق سند کے ساتھ ساتھ تحقیق متن پر بھی بھرپور توجہ دی ہے جیسا کہ صحیح حدیث کی تعریف میں علت و شذوذ کا ذکر اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کیونکہ ان دونوں شرائط کا تعلق براہِ راست متن کے ساتھ ہے۔ علاوہ ازیں ان متجددین حضرات نے جن روایات کو تحقیق متن کے جدید اُصولوں کی بنیاد بنایا ہے، ان میں سے اکثر ضعیف اور من گھڑت ہیں اور جن اقوالِ محدثین کو تائید میں پیش کیا ہے، ان کی حیثیت قبول و ردّ حدیث کے سلسلے میں قواعدِ کلیہ کی نہیں بلکہ محض علامات اور آثار و قرائن کی ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ محدثین کبھی بھی موضوع روایت کی تعریف میں یہ بات ذکر نہیں فرماتے کہ جو روایت قرآن و سنت یا عقل کے خلاف ہو گی وہ موضوع ہے بلکہ وہ ہمیشہ یہی ذکر کرتے ہیں کہ جس روایت کی سند میں کوئی کاذب یا واضع راوی پایا جائے، وہ موضوع ہے۔ بالفاظِ دیگر محدثین کے ہاں تحقیق حدیث کی اصل بنیاد سند ہی ہے اور تحقیق متن کے سلسلے میں جو اُنہوں نے علت و شذوذ کا ذکر کیا ہے، نتیجے کے اعتبار سے ان کا تعلق بھی سند کے ساتھ ہی ہے، کیونکہ علت وہم الراوی اور شذوذ مخالفتِ ثقات کا نام ہے اور یہ دونوں چیزیں رواۃ سند سے ہی متعلقہ ہیں۔ یہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ محدثین نے جو تحقیق حدیث کے سلسلے میں سند کو ہی بنیاد بنایا ہے تو اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ اُنہوں نے اس سلسلے میں عقلی تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض محض علم حدیث سے عدمِ واقفیت کا نتیجہ ہے ورنہ محدثین نے روایات کو پرکھنے کے لئے عقل کو بھی ملحوظ رکھا ہے جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ محدثین نے صحیح حدیث کی جو اوّلین شرط 'عدالت' بیان کی ہے، اس کے متحقق ہونے کی ایک شرط عقل بھی ہے۔ نیز دوسری شرط 'ضبط' کا تعلق بھی عقل و فہم اور غور و فکر کے ساتھ ہی ہے۔ لٰہذا محدثین کا کام جامع ہے اور کسی بھی حدیث کو پرکھنے کے لئے کافی ہے۔ اس لئے ہمیشہ اس کو پیش نظر رکھنا ہی راہِ صواب ہے۔